دَین کی تعریف
اور دیونِ عصرِ حاضر کی شرعی حیثیت

مفتی محمد رفیق الحسنی

(دوسری قسط)

قارئین کرام، اس مضمون کی قسط اول (فقہ اسلامی شمارہ ستمبر ۲۰۱۶) میں مذکورہ تفصیل سے معلوم ہو چکا کہ دَین بھی مال زکوۃ ہے صاحب دین پر اس کی زکوۃ واجب ہوگی‘ علامہ شامی نے تجارت کے عبد اور تجارت کے مکان کی اجرت مؤخرۃ کے متعلق فرمایا کہ اس میں تین قول ہیں: اجرت دین ضعیف یا دین متوسط یا دین قوی ہے چونکہ عبد تجارت کا ہے اس کے کام کی اجرت اور مکان تجارت کا ہے اس کا کرایہ اگر نقود کے علاوہ کوئی دوسرا مال ہے اس میں تین قول ہیں اور اگر ان کا کرایہ کرنسی یا سونا چاندی ہو تو قرض کی طرح یہ دین قوی ہے اور اگر سونا چاندی اور کرنسی کے علاوہ دوسرا مال اجرت اور کرایہ میں طے ہوا‘ اس اجرت میں دین قوی کا حکم ہونا چاہیے کیونکہ عبد کی اجرت اور مکان کے کرایہ پر تجارت کی تعریف صادق آتی ہے درمختار میں ہے:

"التجارة كسب مال بمال بشراء او اجرة او استقراض ..الخ "(ص:۳/۱۹۲)

ترجمہ: مال کے معاوضہ میں خریدنے یا اجرت یا قرض لینے کے عمل کے ساتھ مال حاصل کرنا تجارت ہے۔

یعنی تجارت کا مال وہ ہوگا جو مال سے حاصل ہو غیر مال سے حاصل ہونے والا مال تجارت کا مال نہیں ہوگا اگر چہ وہ مال ہو جیسے مہر اور خلع اور دیۃ اور صدقہ اور وصیۃ کا مال ہوتا ہے کیونکہ ہبۃ اور صدقہ اور وصیت کے مال میں مبادلہ نہیں ہوتا ہے صرف قبول ہے اور مہر اور خلع اور خون بہا کی صلح میں مبادلہ تو ہے لیکن یہ مال کے بدلے نہیں ہے لہذا یہ مال تجارت نہیں ہیں اگر چہ قبضہ کے بعد تجارت کی نیت بھی کی ہو اور تجارت کی نیت سے خرید کردہ مال اور مکان اور عبد کی اجرت اور قرض حاصل کرنا یہ اموال تجارت ہیں کیونکہ مال سے حاصل ہیں‘ یہی تجارت کی تعریف ہے بشرطیکہ عقد کے وقت تجارت کی

نیت ہو۔

فائدہ :عبداورمکان کی اجرت میں نیت کی شرط اس وقت ہے جب اجرت میں طے معاوضہ کرنسی یا دراہم یا دنانیر نہ ہوں کیونکہ کرنسی اوردراہم اوردنانیر حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے طبعی اور خلقی تجارت "ثمنية المال كالدراهم والدنانيرلتحينهماللتجارة باضل الخلقة فتلزم الزكاة كيفـمـاامسكهماولوللنفقة(الى)اودلالة بان يشترى عينابعرض التجارة اويؤاجرداره التى لـلتـجـارـة بـعـرض فتصيرللتجارة بلانية صريحا" کامال ہیں ان میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی اوردوسرے اموال کے مال تجارت ہونے میں عمل کے ساتھ نیت کاہونالازم ہوتا ہے۔نیت کاہوناصراحۃ ہویادلالۃ۔تنویرالابصار میں ہے:

(ص:۳/۱۸۶)

ترجمہ:زکوۃ کی اداواجب ہونے کے لئے ایک شرط حولان الحول ہےاوردوسری شرط مال کی ثمنیت ہے جیسے دراہم اوردنانیر(سونا'چاندی)۔ان میں ثمنیت اس لیے ہے کہ یہ تجارت کے لئے اصل خلقت سے متعین ہیں ان دونوں کی زکوۃ ادا کرنالازم ہے کسی کیفیت میں بھی آدمی سونااورچاندی اپنے پاس رکھے اگرچہ نفقہ کے لئے (اورکرنسی کابھی یہی حکم ہے)یعنی یہ پیدائشی ثمن اورمال تجارت ہیں(تا)اورعروض (نقدین کے علاوہ دوسرے اموال کوعروض کہاجاتاہے)یعنی دوسرے مالوں میں تجارت کی نیت شرط ہےصراحۃ ہو(تا)یادلالۃ اس طرح کہ عرض تجارت کے بدلے میں کوئی مال خریدے یااپنا گھر جوتجارت کے لئے تھااس کوعروض کے مقابلہ میں کرایہ پرچڑھائے تو خریدکردہ مال اورکرایہ بغیرنیت کے تجارت کامال ہوجائیں گے یعنی (دراہم اوردنانیراورکرنسی کےسواخریدکردہ مال اورکرایہ کےعروض بھی بغیرصریح نیت کے مال تجارت ہوں گے۔

اس عبارت سے معلوم ہواتجارت کاعبد یامکان دراہم اوردنانیر کے معاوضہ میں کرایہ میں اختلاف اس وقت ہے جب طے شدہ کرایہ عروض ہوں اورمؤجل ہوں اوراگرکرایہ میں طے شدہ عروض مجلس عقدمیں نقددے دیئے جائیں توبالاتفاق مال تجارت ہوجائیں گے۔شامی میں ہے:

"وقيـدبـقـولـه التـى للتجارة اذلوكانت للسكنى مثلالايصير بدلها للتجارةبدون النية فاذانوى صح ويكون من قسم الصريح "(ص:۳/۱۸۶)

ترجمہ:مصنف نے اپنے قول التی التجارۃ کی صفت سے مکان کومقید کیا کیونکہ اگرمکان سکنی اوررہائش

کے لئے ہواس کا بدل اور کرایہ (عروض) ہوں وہ بغیر نیت کے تجارت کے لئے نہیں ہوں گے،عروض میں جب آدمی تجارت کی نیت کرلے،نیت کرنا صحیح ہے اور نیت کرنے سے صریح کی قسم سے ہوں گے۔

اس عبارت سے واضح ہے اگر کرایہ کرنسی یا سونے اور چاندی کی صورت میں ہو تجارت کی نیت ہو یا نہ ہو مال زکوۃ اور مال تجارت ہوگا چونکہ آج کل کرائے عموما کرنسی میں طے ہوتے ہیں اس لئے یہ مال تجارت ہیں اور اگر کرایہ مؤجل ہو قرض کی طرح یہ دین قوی ہوگا اور اس کی زکوۃ مالکوں پر واجب ہوگی مگر ادا کرنا اس وقت واجب ہوگا جب دین پر قبضہ ہوگا اور قبضہ کے بعد ماضی کے سالوں کی زکوۃ بھی ادا کرنا واجب ہوگی اگر دین میں تھوڑی تھوڑی رقم پر قبضہ ہوتا گیا تو اتنی رقم کی زکوۃ واجب الاداء ہوگی جتنی پر قبضہ ہوگا۔

ایڈوانس زکوۃ ادا کرنا جائز ہے:

چونکہ ایڈوانس زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا ہوجاتی ہے اس لئے اگر کسی آدمی کا دوسرے آدمی پر دین قوی ہے تو ہر سال اس کی زکوۃ نکال دے اور قبضہ کا انتظار نہ کرے ورنہ پچھلے سالوں کی زکوۃ بھی دینا ہوگی۔

جی پی فنڈ اور پراویڈینٹ فنڈ کا مسئلہ:

عنقریب جی پی فنڈ اور پراویڈینٹ فنڈ کا مسئلہ تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جائے گا بعض علماء نے اس فنڈ کو دین ضعیف قرار دیا ہے اور بعض علماء نے فرمایا اس فنڈ پر مالک کو ملک تام حاصل نہیں ہوتا۔دونوں حضرات نے فرمایا اس فنڈ پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی اور اس فنڈ پر ملنے والا سود درحقیقت سود نہیں ہوتا بلکہ سود اجرت کا حصہ ہوتا ہے جب کہ امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی نے لکھا اس فنڈ پر زکوۃ واجب ہوتی ہے اور اس فنڈ پر مشروط منافع سود ہوتا ہے،اجرت کا حصہ نہیں ہوتا مگر امام اہلسنت نے اس پر دلائل ذکر نہیں کئے تھے۔الحمدللہ ہم نے امام اہلسنتؒ کے قول کی تائید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ مزدور یا ملازم کی مؤجل اجرت اور جی پی فنڈ دین ضعیف نہیں ہوتا بلکہ دین قوی ہوتا ہے اور اس پر ملازم کا ملک تام ہوتا ہے۔جی پی فنڈ کو دین ضعیف قرار دینے والوں نے علامہ کاسانی صاحب بدائع سے عبارت نقل کی کہ مال تجارت کا بدل دین قوی ہوتا ہے اور مال تجارت سے مراد وہ مال لیا جو تاجر کی نیت سے مال تجارت ہوجاتا ہے اور خلقی اور اصلی مال تجارت مراد نہیں لیا یعنی علماء نے سونے اور چاندی

اورکرنسی کا ذکر نہیں کیا۔کتب فقہ کے باب الاجارۃ میں مذکور ہے کہ ملازم اورمزدور کی محنت اور عمل احناف کے نزدیک حقیقی مال ہیں یا حکمی مال ہیں اور ملازم کی تنخواہ اورمزدور کی اجرت مال کا بدل ہے لہذا ملازم اورمزدور کے اعمال منافع کا بدل مؤجل اور میعادی اجرت بھی دین قوی ہوگی اگر چہ یہ اجرت منافع کا بدل ہے نیز کرنسی سونا اور چاندی اصلی مال تجارت ہیں اوران کا دین اور قرض مؤجل بقول امام کاسانی بھی دین قوی ہونا چاہیے۔کیونکہ یہ دین طبعی تجارتی مال کا بدل ہے' دین کی زکوۃ واجب ہوگی اوراس فنڈ پر فکس منافع سود ہوگا اور ہمارے خیال میں ملک تام نہ ہونے کا قول کرنے والے علماء کا قول بھی صحیح نہیں ۔انہوں نے ملازم کی اجرت مؤجلہ پر ناقص ملک کا قول کیا کیونکہ ملک تام کا مفہوم یہ ہے کہ مالک کو حالا یامآ لا مال مملوک پر تصرف کی قدرت یقینی ہواور جی پی فنڈ پر مالک کو مستقبل میں تصرف اور قبضہ کی قدرت یقیناً ہوتی ہے۔جی پی فنڈ کی نظیر دین مؤجل ہے مال ضمار یا مال مرہون نہیں ہے۔ان شاءاللہ اس مسئلہ کو عنقریب مفصل ذکر کیا جائے گا۔(محمد رفیق حسنی)

مدیون پر دین کی زکوۃ کا حکم

مدیون اورمقروض پر اپنے مال کی زکوۃ دین کے ماسوا پر واجب ہوگی زکوۃ کے مال سے دین وضع کر کے بقیہ مال کی زکوۃ کا ادا کرنا فرض ہوگا درمختار میں ہے'**فارغ عن دین له مطالب من جهةالعباد**" (ص:۳/۱۷۶)ترجمہ:مال کا نصاب ایسے دین سے فارغ ہو جس کا عباد کی جانب سے مطالبہ ہوسکتا ہے اور جو دین وجوب زکوۃ سے مانع ہوتا ہے وہ نصاب پر حولان حول سے پہلے ہوتا ہے اگر حولان حول کے بعد دین واجب یا قرض لیا گیا' پہلے موجود نصاب کی زکوۃ واجب ہوگی پھر فرمایا:

"**ومدیون للعبدبقدر دینه فیز کی الزائدان بلغ نصابا**"(ص:۳/۱۸۰)

ترجمہ:مدیون اورمقروض پر دین کی مقدار پر زکوۃ واجب نہیں ہے پس دین سے زائد مال کی زکوۃ ادا کرے اگر دین سے زائد مال نصاب بنتا ہے۔

تفصیل:

دین العباد کی دو قسم ہیں ایک یہ کہ اس دین کا وجوب اللہ تعالی کی جانب سے ہومگر مطالبہ کرنے والا کوئی غیر معین آدمی ہو' جیسے زکوۃ کا دین یعنی خود زکوۃ کی رقم آدمی پر دین ہوتی ہے اس کا مطالب اور طلب کرنے والا وقت کا سربراہ اور سلطان ہوتا ہے۔ابتدائے اسلام میں اموال ظاہر یہ جانوروں کی زکوۃ

☆تفاءل ولا تقنط ولا تیاس واحسن الظن بربك وانتظر منه كل خير وجميل.☆

طلب کرنے کا حق سلطان کو حاصل تھا۔اور اموال باطنیہ کی زکوۃ خود مالک ادا کرتے تھے سلطان کو یہ اموال باطنیہ کی زکوۃ وصول کرنے کا حق حاصل نہیں تھا۔حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں مال کی کثرت ہوگئی زکوۃ کے لئے اموال ظاہریہ کا معلوم کرنا بھی مشکل ہوگیا تھا۔حضرت عثمانؓ نے جانوروں کی زکوۃ ادا کرنے کا حق بھی باقی اموال کی زکوۃ کی طرح مالکوں کے سپرد کردیا اور صحابہ کرامؓ نے اسے تسلیم کرلیا گویا اموال کے مالکان سلطان کے وکیل ہوگئے۔لہذا اجماع ہوگیا کہ حیوانات سائمہ اور اموال باطنیہ کی زکوۃ خود مالک ادا کریں گے۔اب اگر کسی شہر کے سارے لوگ زکوۃ دینا بند کردیں تو اسلامی ملک کے حاکم پر واجب ہے کہ ان سے زکوۃ طلب کرے کیونکہ اصل زکوۃ کی طلب کا حق سربراہ کے لئے تھا اور اگر شہر کے لوگ خود زکوۃ ادا کررہے ہیں تو حاکم مطالبہ نہ کرے کیونکہ یہ خلاف اجماع ہے ۔(ص:۳/۱۷۶۔درمختار)

حاصل کلام یہ ہے کہ زکوۃ بھی وہ دین ہے جس کا مطالب عبد ہے ایک شخص کے ملک میں زکوۃ کے مال کا نصاب مثلاً چاندی کا نصاب دوسو درہم 612.36 گرام ہے اس نے دوسال تک زکوۃ ادا نہیں کی اس پر دوسرے سال کی زکوۃ واجب نہیں ہوگی کیونکہ پہلے سال کی زکوۃ پانچ درہم موصوف پر دین ہے جب دوسرے سال دوسو درہم سے دین وضع کیا گیا تو باقی ایک سو پچانوے درہم اس کے ملک میں موجود ہوئے جو کہ نصاب سے کم ہیں لہذا اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

ایک شخص نے سال کے بعد نصاب کی زکوۃ ادا کرنے سے پہلے نصاب کو خرچ کرڈالا پھر دوسرے سال دوسو درہم کا مالک ہوگیا اور اس پر سال گذر گیا ان دوسو درہم پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی کیونکہ پہلے سال کی زکوۃ پانچ درہم اس آدمی پر دین تھا دین کے وضع کے بعد نصاب باقی نہیں رہا اور اگر پہلے سال کا پورا نصاب آفت سماوی سے ہلاک ہوگیا تھا تو اس نصاب کی زکوۃ ساقط ہوجائے گی کیونکہ اس میں تعدی نہیں ہے لہذا دوسرے سال کے نصاب سے پانچ درہم وضع نہیں کئے جائیں گے اور زکوۃ دینا ہوگی۔(ردالمحتار،ص:۳/۱۷۶)

عشر کا دین زکوۃ سے مانع ہوتا ہے:

عشر اور خراج کا دین بھی زکوۃ کے وجوب سے مانع ہوتا ہے مگر زکوۃ کا دین عشر کے وجوب سے مانع نہیں ہوتا ایک شخص نے بغیر عشر نکالے عشری طعام کو خرچ کردیا اس طعام کا عشر مالک پر دین ہوگا اگر مالک

کے پاس زکوۃ کے مال کانصاب موجود ہے مگر نصاب سے زائد نہیں ہے، پہلے اس نصاب سے عشری دین وضع کیا جائے گا اس کے بعد جب نصاب نہیں رہا اس کی زکوۃ واجب نہیں ہوگی اور زکوۃ کا دین عشر کے وجوب سے مانع نہیں ہوتا کیونکہ عشر کا تعلق طعام کے ساتھ ہوتا ہے اور عشری اجناس مال تجارت نہیں ہوتیں تا کہ ان سے زکوۃ کا دین وضع کیا جائے اس لئے عشر سے زکوۃ کا دین وضع نہیں کیا جائے گا عشر ادا کرنا واجب ہوگا اور اگر عشری اجناس کو فروخت کردیا جائے۔اس سے حاصل رقم پر سال کے بعد زکوۃ واجب ہوگی۔(ردالمحتار۔ص:۳/۱۷۶)

حاصل شدہ رقم پر زکوۃ واجب ہوگی:

دین کی دوسری قسم یہ کہ کسی پر آدمیوں کا دین واجب ہو، اگرچہ کفالۃ کی وجہ سے واجب ہو۔اصیل اور کفیل کے مال سے دین کی مقدار وضع کر کے باقی مال کی زکوۃ واجب ہوگی۔مثلاً زید پر دین واجب ہے عمرو نے کفالت اور ضمانت کا عہد کیا تو عمرو پر دین کے مقدار کی زکوۃ واجب نہیں ہوگی کفالت کا مفہوم ''ضم ذمة الی ذمة فی الدین'' ہو یا فقط مطالبہ میں انضمام ہو دونوں صورتوں میں مالک جس طرح اصل مدیون سے دین کا مطالبہ کرسکتا ہے اسی طرح کفیل سے بھی مطالبہ کرسکتا ہے گویا کفیل بھی مقروض اور مدیون ہے اس لئے اصیل اور کفیل دونوں کے مال سے دین کی مقدار وضع کر کے زکوۃ دی جائے گی۔(ردالمحتار۔ص:۳/۱۷۷)

دین کے مقدار کی زکوۃ کے مال سے وضع کرنے اور اس مقدار سے زکوۃ کے سقوط کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ مدیون دین کی مقدار واپس کرنے کے لئے محتاج ہے اس لئے دین کا مال حاجت اصلیہ میں داخل ہے اور حاجت اصلیہ کی مقدار مال پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی۔

دَین کی مقدار:

مدیون اور مقروض کے مال سے دین کی مقدار وجوب زکوۃ سے مانع ہوتی ہے اگرچہ دین مؤجل غیر میعادی ہو۔(درمختار)

دَینِ مؤجل اور معجّل کی توضیح:

تفصیل :اگر عقد کی مجلس میں مال کا معاوضہ دے دیا جائے تو یہ ادائیگی نقد کہلاتی ہے مثلاً نکاح کی مجلس

میں مہرادا کر دیا جائے اس کو نقد کہتے ہیں اور اگر عقد کی مجلس میں طے شدہ مال نہ دیا جائے تو وہ دین ہوتا ہے۔فروخت شدہ چیز کے ثمن کبھی دین ہوتے ہیں جیسے بیع مؤجل میں خریدار رقم بعد میں ادا کرتا ہے مجلس عقد میں پیسے نہیں دیتا لیکن فروخت شدہ چیز پر عقد کی مجلس میں قبضہ ہو جاتا ہے' اس کو بیع مؤجل کہا جاتا ہے۔دوسری صورت یہ ہے رقم نقد ہو مگر فروخت شدہ مال بعد میں ادا کرنے کا سودا ہو اور مؤجل ہو جیسے بیع سلم میں ہوتا ہے اب فروخت شدہ مال دین ہو گا لہذا دین وہی ہوتا ہے جو عقد کی مجلس سے مؤخر ہو گویا دین کی دو قسمیں ہیں معجّل اور مؤجل (غیر میعادی اور میعادی)۔دین معجّل وہ ہے جس کے لئے کوئی وقت معین نہ کیا جائے دائن جب چاہے مدیون سے دین کا مطالبہ کر سکے اور دین مؤجل وہ دین ہوتا ہے جس میں وقت کا تعین ہو مثلا چھ ماہ سال دس سال بعد کی کوئی معین تاریخ ذکر کی جائے اگر عقد کے اندر کسی تاریخ تک تاجیل اور تاخیر کا ذکر ہو اور صاحب دین اس تاخیر کو قبول کر لے تو وہ تاخیر لازم ہو جاتی ہے۔صاحب دین کے لیے مدیون سے مقررہ تاریخ سے پہلے دین کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہوتا مگر قرض میں دی گئی رقم میں تاخیر کا ذکر بھی ہو پھر بھی تاخیر لازم نہیں ہوتی۔اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

دین معجّل (غیر میعادی) یعنی جس دین کی واپسی میں کسی وقت کا ذکر نہ ہو اگر مال کے نصاب پر سال مکمل ہو گیا اور دین پہلے موجود ہو بالاتفاق دین زکوۃ کے مال سے وضع کیا جائے گا دین کے مقدار کے علاوہ باقی مال کا اگر نصاب بنتا ہے تو اس کی مدیون پر زکوۃ واجب ہوگی اور اگر مال نصاب نہیں بنتا تو زکوۃ واجب نہیں ہوگی یعنی دین معجّل وجوب زکوۃ سے مانع ہوتا ہے اگر چہ بیوی کا مہر معجّل اور غیر میعادی ہو یا کوئی دین غیر میعادی ہو اور اگر حولان حول کے بعد زکوۃ واجب ہو چکی ہو' سال کے بعد دین حادث اور جدید واجب ہوا' یہ دین زکوۃ کو ساقط نہیں کر سکتا کیونکہ زکوۃ بھی واجب شدہ دین ہے اور ایک دین دوسرے دین کو ساقط نہیں کر سکتا۔

دین مؤجل وہ دین ہے جس کی واپسی کے لئے کوئی تاریخ مقرر ہوئی ہو اس کو میعادی دین بھی کہا جاتا ہے' یہ دین وجوب زکوۃ سے مانع ہے یا نہ؟ اس کے متعلق امام اعظمؒ سے متعدد روایات منقول ہیں درمختار کے متن میں مہر کے حوالہ سے مذکور ہے: "ولو مؤجلا" الخ۔اگر چہ دین میعای ہو یعنی اگر بیوی کا مہر مؤجل ہو خواہ طلاق یا موت تک میعادی اور مؤجل ہو' وجوب زکوۃ سے مانع ہو گا[۹] یا بیوی کے نفقہ کا دین مؤجل قضا یا رضا سے واجب ہو یعنی دیون مؤجلہ قویہ ہوں یا ضعیفہ سب وجوب زکوۃ سے

مانع ہیں اور زکوۃ ان کے ماسواء مال پر واجب ہوگی کیونکہ دین غیر میعادی ہو یا میعادی دونوں کا مطالب آدمی ہوتا ہے اور وہ دین جس کا مطالب آدمی ہو وہ وجوب زکوۃ سے مانع ہوتا ہے۔

امام اعظم سے دوسری روایت یہ ہے کہ دین معجّل غیر میعادی مانع ہے اور دین مؤجل میعادی وجوب زکوۃ سے مانع نہیں ہے وجہ فرق یہ ہے کہ غیر مؤجل دین کسی وقت بھی طلب کیا جاسکتا ہے لہذا غیر مؤجل دین وجوب زکوۃ سے مانع ہوگا مگر مؤجل میعاد سے پہلے طلب نہیں کیا جاسکتا اس لئے مؤجل زکوۃ سے مانع نہیں ہوگا۔ چنانچہ علامہ شامی نقل کرتے ہیں:

"زادالقهستانی عن الجواهر والصحيح انه غير مانع" (ص:۳/۱۷۷)

ترجمہ: قہستانی نے جواہر سے یہ زیادہ لکھا کہ صحیح یہ ہے کہ دین میعادی وجوب زکوۃ سے مانع نہیں ہے۔

شامی اور فتح القدیر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے دین مؤجل کے مانع یا غیر مانع ہونے میں مختلف روایتیں ہیں لیکن الصدرالشریعہ نے فرمایا دین مؤجل میں امام اعظم سے کوئی روایت نہیں ہے شامی میں ہے:

"وقال الصدر الشريعة لارواية فيه"

اور صدرالشریعہ نے فرمایا' اس میں کوئی روایت نہیں۔

معراج نے شرح الطحاوی کی طرف اس قول کی نسبت کی ہے کہ امام اعظم کے نزدیک سب دین مؤجل وجوب زکوۃ سے مانع ہوتے ہیں اور مہر مؤجل بھی مانع ہے پھر ذکر کیا:

"قال عن ابی حنيفة لايمنع"

فرمایا ابی حنیفہ سے ایک روایت ہے کہ (مہر مؤجل) مانع نہیں ہے۔ (ص:۳/۱۷۷)

فتح القدیر میں ہے:

"وهل يمنع الدين المؤجل كمايمنع المعجل فی طريقة الصدر الشهيد لارواية فيه ان قلنا لافله وجه وان قلنا نعم فله وجه" (فتح، ص:۲/۱۲۰۔ مکتبہ سکھر)

ترجمہ: اور کیا دین مؤجل زکوۃ کے وجوب سے مانع ہے جیسے کہ معجّل مانع ہے الصدرالشہید کے طریقہ میں امام صاحب سے کوئی روایت نہیں ہے اگر ہم کہیں مانع نہیں اس کی بھی وجہ اور دلیل ہے اور اگر ہم کہیں ہاں مانع ہے تو اس کی بھی وجہ اور دلیل ہے۔

مفتی بہ قول یہ ہے کہ دین میعادی زکوۃ کے وجوب سے مانع نہیں:

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ میعادی دین میں امام صاحب سے دونوں قول منقول ہوسکتے ہیں کہ مانع ہو یا نہ ہو موجودہ دور کا تقاضا یہ ہے کہ فقراء کا لحاظ کرتے ہوئے میعادی دیون کو زکوۃ کے وجوب سے مانع نہ کہا جائے اور اسی روایت پرفتوی دیا جائے۔آجکل تجارتی میعادی دیون کی مدت بیس بیس تیس تیس سال تک ہوتی ہے اور دین کی مالیت لاکھوں اور کروڑوں بلکہ اربوں میں ہوتی ہے۔فقراء کے حق میں یہ قول زیادہ نافع ہے کہ دین مؤجل وجوب زکوۃ کے لئے مانع نہیں اور اسی قول پرفتوی ہو کہ سرمایہ دار تاجر دین مؤجل زکوۃ کے اموال سے وضع نہ کریں اور سارے مال کی زکوۃ ادا کریں۔

دین مؤجل میں میعاد طویل ہو یا قصیر ہو اس میں کوئی فرق نہیں ہے دونوں صورتوں میں دین کو زکوۃ کے مال سے وضع نہ کیا جائے۔مزید تفصیل آئندہ ذکر کی جائے گی۔

قرض کا حکم:

قرض اگرچہ غیر میعادی ہوتا ہے اس میں مدت مقرر ہو تب بھی شرعا مدت کے ذکر کا اعتبار نہیں ہوتا ہر وقت اس کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے درمختار میں ہے:

"**والسابع القرض فلایلزم تاجیله الافی اربع ...الخ**"(:۷/۳۸۴ باب المرابحہ والتولیہ)

ترجمہ:اور ساتواں امر جس میں تاجیل لازم نہیں ہوتی قرض ہے اس کی تاجیل لازم نہیں ہوتی مگر چار صورتوں میں الخ۔

شامی میں ہے:

"**ای یصح تاجیله مع کونه غیر لازم فللمقرض الرجوع**"(ص:۷/۳۸۴)

یعنی قرض کی تاجیل تو صحیح ہے مگر لازم نہیں ہے لہذا مقروض مستقرض سے مقرروقت سے پہلے قرض کی واپسی کا مطالبہ کرسکتا ہے۔

دراصل قرض ابتداء میں تبرع اور احسان اور اعارۃ ہوتا ہے اور احسانات اور تبرعات میں وقت لازم نہیں ہوتا اس لئے تاجیل لازم نہیں ہوتی چونکہ قرض شرعا مؤجل اور میعادی نہیں ہوتا اس لئے زکوۃ سے مانع ہوتا ہے قرض وضع کرنے کے بعد باقی مال کی زکوۃ دینا واجب ہوتا ہے جس طرح دین غیر مؤجل میں ہوتا ہے۔

دین اور قرض میعادی میں ضابطہ کے پیش نظر جو لوگ اپنی جائیداد کے کاغذات بنکوں میں رکھ

کر یا زیورات وغیرہ رہن رکھ کر بنکوں سے قرض لے کر کاروبار کرتے ہیں یا مکانات اور پلازے تعمیر کرتے ہیں کیا ان کی قرض لی گئی رقم دین معجّل کی طرح زکوۃ سے وضع کی جائے گی یا نہیں؟ کیونکہ قرض دین معجّل اور غیر میعادی ہوتا ہے اور دین معجّل (غیر میعادی) زکوۃ سے مانع ہوتا ہے اور دین غیر میعادی (معجّل) کی مقدار زکوۃ کے مال سے ساقط کر کے بقیہ مال کی زکوۃ دی جاتی ہے، دین مؤجل اور میعادی میں تو امام اعظم سے متعدد روایتیں تھیں مگر دین معجّل غیر میعادی میں تو ایک ہی روایت ہے کہ بقدر دین زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔ اگر تاجروں اور بلڈروں کے اموال سے قرض کی مقدار پر زکوۃ نہ ہو تو زکوۃ کا باب بند ہو جائے گا۔ اس لیے آج کل قرض کا حکم بھی دین کا ہے۔

قرض کا دین کے حکم میں ہونے کی وجہ سے مسائل:

لہذا موجودہ دور کے عرف اور تعامل میں قرض کے بھی دو قسم ہیں معجّل جس میں کسی وقت کی تعیین نہیں ہوتی اور مؤجل جس میں وقت کا ذکر ہوتا ہے اور وقت سے پہلے قرض لینے والا قرض واپس نہیں کرتا اور قرض دینے والا وقت سے پہلے مطالبہ نہیں کرتا لہذا موجودہ عرف میں کمرشل بنکوں سے لئے گئے کروڑوں اربوں کے قرضے دین مؤجل کے حکم میں ہیں اور مفتی بہ قول پر زکوۃ کے اموال سے وضع نہیں کئے جائیں گے (محمد رفیق حسنی)

ہمارے علماء احناف کے نزدیک عرف کو دلیل شرعی کہا گیا ہے اور عرف کو قیاس سے مقدم تسلیم کیا گیا ہے اگر قیاس کو دیکھا جائے تو قرض کالین اور دین صحیح بھی نہ ہو کیونکہ ابتدا میں قرض تبرع ہوتا ہے اور انتہاء میں واپسی کے وقت عقد معاوضہ ہو جاتا ہے اور اس پر ربا النسیئہ کی تعریف صادق آتی ہے کہ درہم کے معاوضہ میں درہم ادھار پر فروخت ہو تو یہ ربا النسیئہ ہو گیا ہے مگر لوگوں کی حاجت کے لئے شرع شریف نے قرض کو جائز بلکہ قرض دینے کا ثواب صدقہ سے بھی زیادہ قرار دیا ہے اگر قرض کا جواز بلکہ استحباب قرآن وحدیث میں نہ ہوتا تو قیاس میں منع کر دیا جاتا اسی عرف اور تعامل کی وجہ سے قرض کا میعادی ہونا ہے اور آج اس کی ضرورت ہے اور عرف بھی یہی ہے لہذا دین مؤجل کی طرح قرض مؤجل کی رقم بھی زکوۃ کے مال سے وضع نہیں کی جائے گی اور سارے مال کی زکوۃ دی جائے گی ورنہ کروڑوں اور اربوں پتی لوگ بھی زکوۃ سے بچ جائیں گے۔ میرے خیال میں اس طرح تفصیل ذکر کی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اگر میعادی قرض ذاتی حاجات کے لیے لیا گیا ہے مثلا مکان

☆اعلم انك لست الوحيد في البلاء فما سلم من الهم احد ولا نجا من الشدة بشر.☆

یا گھر میں استعمال کے لیے اثاثے وغیرہ تو ایسا قرض زکوۃ کے مال سے وضع کیا جائے اور اگر تجارتی میعادی قرض ہے' اسے وضع نہ کیا جائے۔ غریب اور امیر میں فرق ہونا چاہیے۔(رفیق حسنی)

تاجروں کے قرض کا حکم:

موجودہ دور میں تاجر اور صنعتکار ذاتی اثاثوں کے کاغذات بنکوں میں رکھ کر کروڑوں بلکہ اربوں کا قرض لے کر کاروبار کرتے ہیں اور صنعتیں قائم کرتے ہیں ان کے یہ معاملات رہن کی طرح ہوتے ہیں ذاتی جائیداد کے کاغذات بنک کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور کبھی بنک سونا یا چاندی اپنے قبضہ میں لے کر سونا اور چاندی کے معاوضہ میں قرض جاری کرتے ہیں' دونوں طریقے مروج ہیں۔ اگر قرض کو قرض غیر میعادی اعتبار کرتے ہوئے قرض کی رقم زکوۃ کے اموال سے وضع کی جائے تو لازم آئے گا کسی تاجر اور صنعتکار پر زکوۃ فرض نہ ہو اور فقراء اور مساکین کی کفالت نہ ہو سکے' اس مجبوری اور لوگوں کے تعامل کی وجہ سے ہم نے قرض کو دین مؤجل کی طرح دو قسم اعتبار کیا اور زکوۃ کے وجوب سے مانع قرار نہیں دیا اگر چہ فقہ کی کتابوں میں قرض کی صرف ایک قسم بیان کی گئی ہے کہ قرض غیر مؤجل ہوتا ہے اور اس میں تاجیل لازم نہیں ہوتی اور وجوب زکوۃ سے مانع ہوتا ہے۔(رفیق حسنی)

مہر کے دین کا حکم:

شوہر پر مہر کا دین اگر معجّل ہے اور تاریخ مقرر نہیں ہے تو شوہر پر دین کے ماسوا پر زکوۃ واجب ہوگی کیونکہ بیوی جب چاہے مطالبہ کر سکتی ہے اس لئے کہ یہ مہر دین غیر میعادی ہے اور اگر شوہر موسر (غنی) ہے اور مہر غیر مؤجل ہے' غیر مؤجل مہر کی وجہ سے بیوی غنیّۃ شمار ہوگی اور زکوۃ کی مستحق نہیں ہوگی اور اگر مہر میعادی ہے یا شوہر معسر (فقیر) ہے اگر چہ مہر معجّل ہے' مہر پر قبضہ سے پہلے عورت فقیرۃ ہوگی اور زکوۃ کی مستحق ہوگی۔(ردالمحتار باب الاضحیۃ)

اگر مہر دین مؤجل اور میعادی ہے یا بیوی کا نفقہ قاضی کی قضا یا باہمی رضامندی سے طے شدہ تھا اور وہ دین مؤجل ہے اس میں ایک روایت یہ ہے کہ یہ دین وجوب زکوۃ سے مانع ہے' شوہر پر مہر اور نفقہ واجبہ کے دین کے ماسوا مال پر زکوۃ واجب ہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ مہر کا دین مانع نہیں ہے اور شوہر کو سارے سال مال کی زکوۃ ادا کرنا ہوگی' اسی پر فتوی ہے کیونکہ عام طور پر بیویاں مہر مؤجل میعادی کا مطالبہ نہیں کرتیں گویا مہر کے دین کا کوئی مطالبہ ہی نہیں ہے۔ لیکن نفقہ کا دین وجوب زکوۃ سے مانع ہوگا۔

حج اور نذر اور کفارات کے دین کا حکم:

نذر اور کفارات واجبہ اور حج کا دین وجوب زکوۃ سے مانع نہیں ہے مثلاً کسی نے نذر مانی کہ میں دوسو درہم سے ایک سو درہم صدقہ کرونگا سال گذرنے پر مالک پر پانچ درہم زکوۃ واجب ہوگی اور نذر کا سو درہم دین زکوۃ کے وجوب سے مانع نہیں ہوگا مگر نذر ادا کرنا واجب ہے اور چونکہ نذر کے سو درہم سے اڑھائی درہم زکوۃ میں چلے گئے تو نذر کی بقیہ رقم ساڑھے ستانوے درہم ہوگی اور ساڑھے ستانوے درہم کا صدقہ کرنا ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی آدمی پر روزہ توڑنے کا کفارہ یا ظہار کا کفارہ یا قسم کا کفارہ یا قتل کا کفارہ واجب ہے ان کفاروں کا دین زکوۃ کے وجوب سے مانع نہیں ہوگا اور سارے مال کی زکوۃ دینا ہوگی کفارات کی رقم نکال کر باقی پر زکوۃ کا حکم نہیں۔ اسی طرح فرض حج کے لئے رکھی گئی رقم زکوۃ کے مال سے وضع نہیں کی جائے گی سارے مال کی زکوۃ ادا کی جائے گی کیونکہ نذر اور کفارات اور حج کے دین کا اللہ تعالی مطالب ہے، کوئی آدمی مطالب نہیں ہے یہی حکم صدقۃ الفطر اور حج تمتع کی قربانی اور عید البقر کی قربانی کا ہے۔ (ردالمحتار اور در مختار ص:۳/ ۱۷۷)

حج کے لئے جمع کرائی رقم کا حکم:

موجودہ زمانہ میں اشہر حج سے کئی ماہ پہلے حکومت یا ایجنسیاں حجاج کرام سے حج کے لئے مقرر کردہ رقم لے لیتی ہیں کیا حج کے لئے جمع کرائی گئی رقم پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟

اس کا حکم یہ ہے کہ اگر حج کے لئے روانہ ہونے سے پہلے جمع شدہ رقم پر سال گذر جانے کی وجہ سے زکوۃ واجب ہوگئی تھی تو جمع کرائی گئی رقم کی زکوۃ ادا کرنا واجب ہے اور اگر اس رقم پر مکمل سال نہیں گذرا تھا اس سے پہلے حج کے لئے روانگی ہوگئی اور رقم خرچ ہوگئی تو اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی، جمع کرائی گئی رقم حکومت یا ایجنسیوں کے پاس امانت بلکہ قرض ہوتا ہے کیونکہ حجاج کی جانب سے اس رقم سے ایجنسیوں اور حکومت کو تصرف کی اجازت ہوتی ہے اور وہ امانت جس میں تصرف کی اجازت دی گئی ہو وہ قرض ہوتا ہے لہذا حج کے لئے جمع کروائی گئی رقم ایجنسیوں اور حکومت پر حجاج کی جانب سے دین ہے، حجاج کے ملک سے خارج نہیں ہوئی، اس کی زکوۃ ادا کرنا ہوگی۔ (محمد رفیق حسنی)

دین اور قرض عشر یا خراج کے لئے مانع نہیں ہوتا:

دین اور قرض عشر یا خراج کے وجوب کے لئے مانع اور رکاوٹ نہیں ہوتا کیونکہ عشر یا خراج زمین کے

فصل کی زکوۃ ہوتی ہے حتی کہ وقفی زمینوں کی فصلوں اور پھلوں پر بھی عشر واجب ہوتا ہے اور زکوۃ کا تعلق مال تجارت کے نصاب کے ساتھ ہوتا ہے خواہ مال تجارت طبعی ہو جیسے نقود یا عرفی ہو جیسے دیگر اموال یا زکوۃ کا تعلق حیوانات سائمہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

صحیح روایات کے مطابق دین مال کے ساتھ کفارہ ادا کرنے سے بھی مانع ہوتا ہے یعنی مدیون پر کفارۃ میں مال واجب نہیں ہوگا اسے روزوں سے کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا جائے گا بشرطیکہ دین کی مقدار خارج کرنے سے باقی رہنے والا مال کفارہ کے لیے کافی نہ ہو۔ (ص:۲۱۶۔ص:۳/۱۷۷)

فائدہ: دین کا تعلق دائن اور مدیون مقروض دونوں کے ساتھ ہوتا ہے دائن (قرض دہندہ) دین کا مالک ہوتا ہے اس کو دین کی زکوۃ دینی ہوتی ہے اور مدیون سے زکوۃ کے مال سے بقدر دین زکوۃ ساقط ہوتی ہے یہاں دونوں اقسام کے مسائل ذکر کئے جارہے ہیں۔

اگر کسی شخص کو سال کے درمیان دین لاحق ہوجائے اور مال کا نصاب بالکل ختم ہوجائے یا ناقص ہوجائے اس میں امام محمد اور امام ابو یوسف کے اقوال مختلف ہیں امام محمد فرماتے ہیں دین انسانی مجبوری ہے یہ ایسے ہے جیسے نصاب ہلاک ہوجائے لہذا پہلے نصاب کا سال ختم ہوجائے گا دوبارہ مال حاصل ہونے پر نئے سال سے نصاب کا آغاز ہوگا۔امام ابو یوسف فرماتے ہیں دین کے عارض ہونا ایسا ہے جیسے صاحب مال خود نصاب کو ہلاک کرے اور یہ تعدی ہے لہذا نصاب کا سال ختم نہیں ہوگا اگر چہ دین مستغرق تھا سال مکمل ہونے پر نصاب کی زکوۃ واجب الاداء ہوگی علامی شامی کی عبارت سے امام محمد کے قول کی ترجیح معلوم ہوتی ہے انہوں نے فرمایا کہ صاحب بحر کی دلیل اقوی ہے اور درمختار میں ہے بحر الرائق میں امام محمد کے قول کو ترجیح دی گئی ہے لہذا فتوی امام محمد کے قول پر ہے۔

دین کو مال زکوۃ سے وضع کیا جائے گا:

اگر مدیون کے ملک میں زکوۃ کا مال موجود ہو اور زکوۃ کے مال کے علاوہ خدمت کے غلام اور رہائش کے مکان اور کپڑے اور دیگر حاجات اصلیہ کا سامان بھی موجود ہے تو دین کی مقدار زکوۃ کے مال سے وضع کی جائے گی۔حاجات اصلیہ کے اموال سے وضع نہیں کی جائے گی کیونکہ زکوۃ کے اموال کے علاوہ مال حوائج اصلیہ میں صرف کرنے کے لئے ہوتا ہے حتی کہ گھر اور دیگر سامان ہونے کے باوجود انسان فقیر ہوتا ہے بشرطیکہ حوائج اصلیہ سے زائد مال نہ ہو اس لئے دین کو زکوۃ کے مال سے وضع کیا جائے گا۔

☆کل ما اصابك فاجره علی اللہ من الهم والغم والحزن والجوع والفقر والمرض والدین والمصائب.☆